بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِين، نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِين، أَمَّا بَعْدُ:

21-شرح العقیدۃ الواسطیۃ

العقیدۃ الواسطیۃ الشیخ الاسلام الامام ابو العباس احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح ابن عثیمین رحمہ اللہ۔

اور ہم شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے اس جملے پر پہنچے تھے "فلا عدول لأهل السنة والجماعة عمّا جاء به المرسلون، فإنه الصراط المستقيم، صراطُ الذين أنعم الله عليهم من النَّبِيِّين والصِّدِّيقين والشُّهداء والصَّالحين" ۔

"فلا عدول لأهل السنة والجماعة"(اہل سنت والجماعت کا کوئی انحراف یا کوئی عدول یا دوری نہیں ہے)"عمّا جاء به المرسلون" (اُس چیز سے جو اللہ تعالیٰ کے رسول علیہم الصلاۃ والسلام لے کر آئے ہیں)"فإنه الصراط المستقيم"(یقیناً یہی صراط مستقیم ہے)"صراطُ الذين أنعم الله عليهم" (اُن کا راستہ جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام کیا ہے) "من النَّبِيِّين"(انبیاء میں سے)"والصِّدِّيقين" (صدیقین میں سے)"والشُّهداء"(شہداء میں سے)"والصَّالحين" (صالحین میں سے)۔

جب ہم بات کر رہے ہیں اہل سنت والجماعت کے عقیدے کے تعلق سے تو شیخ الاسلام رحمہ اللہ اپنی بات کو مکمل کرتے ہوئے یہ فرما رہے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کی اس معاملے میں خوبی کیا ہے اور اصول کیا ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے رسول علیہم الصلاۃ والسلام لے کر آئے ہیں اور جن پر اللہ تعالیٰ کا خاص انعام اور احسان ہے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین میں سے جو کچھ اللہ کے رسول لے کر آئے ہیں اور اُن کی اتباع احسان کے ساتھ کرنے والے یہ ہیں جن کا ذکر کیا گیا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا انعام اور احسان ہے اسے ہی صراط مستقیم کہا جاتا ہے اور اسی راستے پر چلنے والے اہل سنت والجماعت ہیں اس راستے سے انحراف یا دوری کبھی کرتے نہیں ہیں دین کے ہر معاملے میں اور خصوصی طور پر عقیدے کے معاملات میں۔

آیئے دیکھتے ہیں شرح میں فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ کیا فرماتے ہیں۔

فرماتے ہیں عدول کا معنی جو ہے ''الإنصراف والإنحراف'' (کسی چیز سے منصرف ہونا دوری اختیار کرنا، یا منحرف ہو جانا الگ راستہ اختیار کر لینا)۔ تو اہل سنت والجماعت جو ہیں وہ کبھی بھی اُس چیز سے دوری اختیار کر نہیں سکتے جو اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام لے کر آئے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں یہ نفی جو ہے مصنف (یعنی شیخ الاسلام رحمہ اللہ) نے اس لیے بیان کی ہے یہ بیان کرنے کے لیے کہ اہل سنت والجماعت جو ہیں وہ اتباع کے معاملے میں بہت ہی عمدہ طریقے سے اور کامل طریقے سے اتباع کرتے ہیں اور ان کا تمسک جو ہے بہت ہی مضبوط ہے ہر اس چیز پر جو بھی اللہ کے رسول علیہم الصلاۃ والسلام لے کر آئے ہیں بلکہ اُن کا طریقہ یہ ہے اس معاملے میں کہ وہ اپنی زبان سے بھی اور اپنے عمل سے بھی یہ کہتے ہیں ''سمعنا وأطعنا في الأحكام وسمعنا وصدقنا في الأخبار''، اگر احکام کا معاملہ ہے تو اس میں کہتے ہیں ''سمعنا وأطعنا'' اور اگر خبر کا معاملہ ہے تو کہتے ہیں ''سمعنا وصدقنا'' ۔

احکام جن میں اُمر ہے یا نہی ہے جو ہم نے کرنا ہے یا نہیں کرنا ہے (اُوامر اور نواہی کو احکام کہا جاتا ہے)، اور "اُخبار" جو بھی خبریں ہیں آخرت کے معاملے میں یا اللہ تعالیٰ کی ذات کے تعلق سے یا اسماء وصفات کے تعلق سے یہ سب اُخبار ہیں (انبیاء کے قصے ہیں، ایمان کے مسئلے ہیں، عقیدے کے مسئلے مختلف جو چیزیں ہیں یہ)۔ جو خبر ہے یعنی جن میں اُمر اور نہی ہے جو صرف خبر ہے اس کی تصدیق کی جاتی ہے اور کہتے ہیں آمنا وصدقنا، اور جو حکم ہے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور کہتے ہیں سمعنا وأطعنا۔

پھر اس جملے کے تعلق سے ''عمّا جاء به المرسلون'' یہ تو بات واضح ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے ہیں اُس سے تو ہم دوری اختیار نہیں کرتے کیونکہ خاتم النبیین ہیں (علیہ الصلاۃ والسلام) اور تمام لوگوں پر اُن کی اتباع واجب ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ جو دیگر انبیاء ہیں اور مرسلین ہیں (علیہم الصلاۃ والسلام) کیا اہل سنت والجماعت اُن کے راستے کو اپناتے ہیں یا اُن سے دوری اختیار کرتے ہیں کیونکہ شیخ الاسلام نے فرمایا ہے ''عمّا جاء به المرسلون'' جمع کا صیغہ ہے؟۔

یعنی جو بھی اللہ کے رسول کر آئے ہیں اسے لازم پکڑتے ہیں اس سے کبھی دوری اختیار نہیں کرتے تو یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو معاملہ ہے وہ تو ہم سب جانتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت اسے

لازم پکڑتے ہیں اور کبھی چھوڑتے نہیں ہیں اسی پر قائم رہتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ جو سابق انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام ہیں اور اللہ تعالیٰ کے جو رسول ہیں وہ جو شریعت لے کر آئے ہیں وہ جو احکام لے کر آئے ہیں وہ جو دین لے کر آئے ہیں اس کے معاملے میں اہل سنت والجماعت کا کیا موقف ہے؟

جواب یہ ہے "لا عدول لھم عنه" اس سے بھی دوری اختیار نہیں کرتے اسے بھی لازم پکڑتے ہیں کیونکہ اگر اخبار کا معاملہ ہے (خبر کا معاملہ ہے) تو اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور تمام اللہ کے رسول سچے ہیں اور خبر کا کبھی نسخ نہیں ہوتا کیونکہ خبر ہے (خبر یا سچی ہوتی ہے یا جھوٹی ہوتی ہے اور کبھی منسوخ نہیں ہوتی) جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کے رسولوں نے بیان فرمایا ہے اَخبار میں سے وہ مقبول ہے اور سچ ہے اور اس پر ایمان واجب ہے۔

اس کی مثال جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سب یہ مثالیں ہیں خبر کی جو سابقہ رسولوں نے بیان کی ہیں اپنی قوموں کو اور قرآن مجید میں بھی اُن کا ذکر ہے) اس کی پہلی مثال شیخ صاحب فرماتے ہیں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ:

"قال موسى لفرعون لما قال له" (سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرعون سے کہا (یعنی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ طٰہٰ میں سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی زبانی)) ﴿قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى﴾ (فرعون نے کہا کہ سابقہ قوموں کو کیا معاملہ ہے کیا حال ہے؟) ﴿قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى﴾ (جواب میں سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا ﴿عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ﴾ اس کا علم میرے ربّ کے پاس ہے کتاب میں ﴿لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى﴾ (میرا ربّ نہ کبھی گمراہ ہوتا ہے اور نہ ہی کبھی بھولتا ہے) (طٰہٰ: 51-52)۔ ((اور ﴿يَضِلُّ﴾ کا معنی گمراہی کا بھی ہے اور جہالت کا بھی ہے تو دونوں معنی اس میں شامل ہیں))۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ سے جہالت اور بھولنا (نسیان) کی نفی کی ہے اور ہمارے اوپر واجب ہے کہ ہم اس کی تصدیق کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام لے کر آئے ہیں یہ خبر لے کر آئے ہیں۔

﴿قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ۝ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى﴾ (طٰہٰ: 49-50)، شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) اگر ہم سے کوئی یہ سوال کرے ہم نے یہ کہاں سے جانا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور اسے ہدایت بھی دی ہے؟ تو ہمارا جواب یہ ہوگا سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی اس خبر اس کلام

سے، تو ہمارا ایمان ہے اس خبر پر اور اس بات پر اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور اس کے جو لائق ہے اس دنیا میں رہنے کے لیے تاکہ وہ زندہ رہے اس دنیا میں اور ہر وہ چیز اس کے لیے میسر فرمائی ہے۔

اگر ہم دیکھیں انسان کے اعتبار سے (اپنے اعتبار سے) انسان زندہ ہے اس دنیا میں جو اس کے لیے زندگی میں آسان تھا اللہ تعالیٰ نے وہ میسر کر دیا ہے، اگر آپ اونٹ کو دیکھ لیں، گائے کو دیکھ لیں، بھیڑ بکری کو دیکھ لیں ان تمام مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور جو اُن کے مصالح اور منافع ہیں اللہ تعالیٰ نے وہ مہیا کر دیئے ہیں اور اور اُن مصالح منافع کی طرف اُن کو ہدایت بھی دے دی ہے اور ہر مخلوق اپنی مصلحت اور اپنا نفع جو ہے وہ خوب جانتی اور پہچانتی ہے یہاں تک کہ ایک چیونٹی دیکھ لیں آپ چیونٹی جو ہے گرمیوں میں نکلتی ہے اور اپنا یعنی اس کا توشہ جو ہے (جو اس کی خوراک ہے) وہ جمع کر لیتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ جب وہ جَو کا دانہ جو ہے یا گندم کا دانہ جو ہے جب اپنے گور میں لے کر جاتی ہے خوراک کے لیے تو اس کو کاٹ دیتی ہے (دو حصوں میں یا تین یا چار حصوں میں)۔ وجہ کیا ہے؟ کیونکہ اگر یہ دانہ جو ہے گندم کا ویسے ہی ثابت رہے اور بارش آئے یا پانی کہیں سے آ جائے تو پھر اُگ جاتا ہے وہ، وہ پودے کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور چیونٹی کی جو خوراک ہے وہ خوراک باقی نہیں رہتی کیونکہ اُسے پودے سے کیا لینا دینا اُسے تو خوراک کے طور پر اِسے (جو گندم کا دانہ ہے یا جو اناج ہے) کھانا ہے اُس نے۔

تو اس چیونٹی کو کس نے یہ سمجھایا ہے کس نے ہدایت دی ہے کہ تمہاری یہ خوراک ضائع ہو جائے گی اگر اسے تم کاٹو گی نہیں یا توڑو گی نہیں؟ تو اس کے حصے کر دیتی ہے مختلف جب پانی کہیں سے آ جائے تو اسے باہر نکال دیتی ہے سکھانے کے لیے کیونکہ اس کو پتہ ہے کہ پانی سے یہ خراب ہو جائے گا گل جائے گا۔ اگرچہ دیکھیں آپ یعنی زمین کے اندر جانا آسان ہے کوئی چیز لے کر (اوپر سے نیچے کی طرف گریوٹی (Gravity) ہے نا) اب نیچے سے اوپر کی طرف جانا کتنا مشکل ہے! اب وہ جو اس کی خوراک جب تھوڑی سی یعنی نمی ہو جاتی ہے اس میں یا پانی چلا جاتا ہے اُس کو پھر اوپر واپس لے کر آنا سکھانے کے لیے دھوپ میں پھر اسے جب سُوکھ جاتا ہے واپس لے کر جاتی ہے۔

یہ ساری تعلیمات کیا ہیں؟ یہ وہ ہدایت ہے دل کی جو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو دی ہے، انسان کو جِن کو، درند کو پرند کو، تمام مخلوقات کو جو مخلوقات یہاں پر اس زمین پر رہتی ہیں، جو اُن کی زندگی کے لیے چیزیں اللہ تعالیٰ نے مہیا فرمائی ہیں اور میسر فرمائی ہیں وہاں تک پہنچنے کی اسے استعمال کرنے کی جو ہدایت ہے اللہ تعالیٰ نے وہ بھی عطا فرمائی ہے۔

لیکن ایک بات ہے (شیخ صاحب فرماتے ہیں) کہ جن چیزوں کی نسبت سابقہ انبیاء (علیہم الصلاۃ والسلام) کی طرف کی جاتی ہےاُس کے لیےایک شرط یہ ہے کہ ''یحتاج فیه إلی صحة النقل، لاحتمال أن یکون کذباً''یعنی صحیح ہونی چاہیئں شرط یہ ہے کیونکہ جھوٹ کا احتمال بھی موجود ہوتا ہے۔

اور پھر یہ فرمانا شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا''عما جاء به المرسلون" : هل یشمل هذا الأحکام أو أن الکلام الآن في باب الصفات، فیختص بالأخبار؟''(کیونکہ پھر یہ بھی سوال آتا ہے کہ اس جملے سے مراد کیا ہے صرف احکام کی بات ہے یا خبر کی بات ہے اور کیونکہ بات ہو رہی ہے اسماء وصفات کے باب میں؟)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) اگر ہم عموم لفظ کو دیکھیں تو اس میں سب شامل ہیں اُخبار اور احکام، لیکن اگر ہم سیاق وسباق کو دیکھ لیں تو جو قرینہ ہے وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ بات جو ہے وہ عقیدے کے تعلق سے ہو رہی ہے اور کتاب بھی عقیدے کے ہی تعلق سے ہے اور عقیدے کے معاملات میں''باب الأخبار'' تو اُخبار سے ہے، لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ شیخ صاحب رحمہ اللہ اگرچہ خصوصی طور پر عقیدے کے تعلق سے بات کر رہے ہیں اور یہ خاص ہے تو اس میں تو بات نہیں ہے،اور اگر عام ہے تو پھر اس میں احکام بھی شامل ہیں۔اور جو احکام ہیں سابقہ رسولوں کے اُن کے تعلق سے (یعنی کیا احکام بھی جو سابقہ رسولوں کے احکام ہیں جو شریعت کے احکام ہیں جو اُوامر اور نواہی ہیں) کیا اُن کی بھی ہم پیروی کرنے کے پابند ہیں یا ہمارے اوپر واجب ہے کہ اُن کی پیروی کی جائے؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں''اختلف فیها العلماء'' اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ کیا وہ ہمارے لیے بھی احکام ہیں جو ہماری شریعت کے خلاف ہیں یا ہمارے لیے احکام نہیں ہیں؟ اور صحیح بات یہ ہے کہ ہمارے لیے احکام ہیں کہ جو بھی سابقہ انبیاء (علیہم الصلاۃ والسلام) کے لیے ثابت ہے احکام کے تعلق سے ہمارے لیے بھی وہی احکام ہیں''إلا''((استثناء ہے مگر)''إذا ورد شرعنا بخلافه'' اگر ہماری شریعت میں کسی چیز کی مخالفت ہو تو پھر ہم اپنی شریعت پر عمل کرنے کے پابند ہیں اور ہم پر واجب ہے کہ ہم اس پر عمل کریں اور جو سابقہ شریعت کا حکم ہے (سابقہ نبی کا یا رسول کا حکم ہے) وہ منسوخ ہو جاتا ہے اور اس پر عمل نہیں کیا جاتا۔

اس کی مثال شیخ صاحب فرماتے ہیں''فمثلاً: السجود عند التحیة جائز في شریعة یوسف ویعقوب وبنیه''کہ استقبال کے لیے یا سلامی کے لیے جو ایک جھکنا ہوتا ہے اسے سجود کہتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ نے زمین پر سر رکھ کر سجدہ

کرنا ہے، یہ جھک کر ملنا اور رکوع کی حالت جیسی ہوتی ہے یہ جھکنا جو ہے اسے بھی سجود کے لفظ سے بیان کیا جاتا ہے، یہ معاملہ جو ہے یہ جائز تھا سیدنا یوسف علیہ الصلاۃ والسلام، سیدنا یعقوب علیہ الصلاۃ والسلام اور اُن کے بیٹے یعنی بنی اسرائیل کی شریعت میں لیکن ہماری شریعت میں حرام ہے، اور اسی طریقے سے یہودیوں پر اونٹ کا گوشت جو تھا وہ حرام تھا لیکن ہماری شریعت میں حلال ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سورۃ الانعام میں ﴿وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ﴾ (الانعام:146)، لیکن ہماری شریعت میں (شیخ صاحب فرماتے ہیں) حلال ہیں۔

تو شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا یہ جملہ جو ہے یہ عام ہے اَخبار اور احکام میں (یہ بھی کہا جا سکتا ہے) لیکن ہمارے سابقہ انبیاء (علیہم الصلاۃ والسلام) کی جو شریعت ہے احکام میں سے تو وہ ہمارے لیے بھی شریعت ہے ''إلا بدليل'' مگر اگر کوئی دلیل آتی ہے ہماری شریعت میں اس کی مخالفت کی تو پھر ہم اس کو قبول نہیں کریں گے اور ہم اس کی اتباع کے پابند نہیں ہیں اور اگر کوئی دلیل مخالفت کی نہیں ہے تو پھر اُس جو سابقہ نبی یا اللہ کے رسول (علیہم الصلاۃ والسلام) ہیں اُن کی شریعت بھی ہمارے لیے شریعت ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں ایک چیز رہ جاتی ہے کہ ہمیں یہ کہاں سے معلوم ہوگا کہ یہ سابقہ انبیاء (علیہم الصلاۃ والسلام) کی شریعت میں سے ہے؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں اس کے دو طریقے ہیں: (۱) پہلا طریقہ ہے الکتاب۔ (۲) اور دوسرا ہے سنت (قرآن اور سنت)۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے قرآن مجید میں سابقہ اُمتوں کے تعلق سے تو وہ ثابت ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے (یعنی صحیح حدیث میں) وہ بھی ثابت ہے اسے بھی قبول کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ نہ اُس کی ہم تصدیق کرتے ہیں اور نہ ہی تکذیب کرتے ہیں نہ ہی جھٹلاتے ہیں اِلا یہ کہ ہماری شریعت میں اس کی تصدیق کا کوئی ثبوت ہمیں ملے تو ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں اس لیے نہیں کہ اہل کتاب کی میں یعنی وہ معاملہ آیا ہے بلکہ اس لیے کہ ہماری شریعت نے اس کی تصدیق کی ہے، اور اگر اہل کتاب کے کسی حکم کے بارے میں یا کسی مسئلے کے بارے میں ہماری شریعت اُس کی مخالفت کرے تکذیب کرے تو ہم بھی اُس کی تکذیب کر دیتے ہیں کیونکہ ہماری شریعت نے اُس کی تکذی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مسیح (یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام) اللہ تعالیٰ کا

بیٹا ہے، تو ہم کہتے ہیں یہ جھوٹ ہے۔ یہود کہتے ہیں کہ عزیر (علیہ الصلاۃ والسلام) اللہ کا بیٹا ہے (نعوذ باللہ)، تو ہم کہتے ہیں یہ جھوٹ ہے۔

کیوں کہتے ہیں جھوٹ ہے؟ کیونکہ قرآن مجید نے اس کی تکذیب کی ہے اور ہم قرآن مجید کے پابند ہیں ہمیں حکم دیا گیا ہے ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ (اطاعت کریں اُس کی جو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے) (النساء:59)، اور قرآن میں اس کی تکذیب کی گئی ہے کہ عیسیٰ اللہ تعالیٰ کا بیٹا نہیں ہے اور عزیر بھی اللہ کا بیٹا نہیں ہے (علیہم الصلاۃ والسلام)۔

"فإنه الصِّراطُ المستقيم"، اس جملے کے تعلق سے "فإنه" (یقیناً یہ): اور ضمیر جو ہے یہ اُس کی طرف واپس لوٹتا ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ کے رسول لے کر آئے ہیں اور اہل سنت والجماعت کے طریقے کی طرف بھی اس ضمیر کو لوٹایا جاسکتا ہے۔ اور یقینی بات کس چیز کی ہو رہی ہے؟ "الاتباع وعدم العدول عنه" (اتباع کرنا اور اُس سے دوری اختیار نہ کرنا)۔ جو کچھ رسول لے کر آئے ہیں وہی صراط مستقیم ہے کوئی فرق نہیں ہے اسے لازم پکڑنا جو ہے لازمی ہے اور فرض ہے، جو کچھ رسول لے کر آئے ہیں اور جس چیز کی طرف اہل سنت والجماعت گئے ہیں وہی صراط مستقیم ہے۔

صراط جو ہے وزن فعال ہے "بمعنى: مصروط"۔ یعنی یہ لفظ کہاں سے آیا ہے صراط شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) اس کا معنی مصروط ہے یعنی اسم مفعول ہے "مثل: فراش مفروش، وغراس مغروس"۔ یہ لفظ تو صراط ہے لیکن اسم مفعول کا معنی اس میں پایا جاتا ہے، صراط کا معنی جو ہے یہ چوڑے راستے کو کہتے ہیں جو بہت ہی چوڑا اور کھلا راستہ ہو اس کا اصل زرط سے ہے "وهو بلع اللقمة بسرعة" کہ جب کوئی جلدی سے لقمہ کھاتا ہے اور لقمہ جلدی چلا جاتا ہے گلے کے اندر سے تو اسے (عربی زبان میں) زرط کہتے ہیں (زا، را، طا)، اور صراط کا لفظ یہیں سے لیا گیا ہے کہ بہت ہی وسیع راستہ جس میں چلنا بہت آسان ہے جس میں کوئی تنگی نہ ہو اور نہ ہی کوئی رکاوٹ ہو لوگوں کے لیے اسے صراط کہتے ہیں۔

اور صراط کی تعریف میں شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) علماء یہ کہتے ہیں کہ ہر وہ راستہ جو وسیع راستہ ہے جس میں کوئی اونچ نیچ نہیں ہو اور نہ ہی کوئی ٹیڑھا پن ہو اسے صراط کہتے ہیں۔ تو صراط یہ وہ راستہ ہے جو اللہ کے رسول (علیہم الصلاۃ والسلام) لے کر آئے ہیں وہی صراط مستقیم ہے اس میں کوئی بھی کجی نہیں ہے کوئی بھی اونچ نیچ نہیں

ہے، یہ وہ راستہ ہے جس میں کوئی انحراف نہیں ہے نہ دائیں نہ بائیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیۡ مُسۡتَقِیۡمًا فَاتَّبِعُوۡہُ﴾(الانعام:153)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) کہ صراط مستقیم کی جو صفت ہے اُس راستے کی جو سیدھا راستہ ہے جس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں ہے نہ ہی کجی ہے اور یہ صفت مقیدۃ ہے کیونکہ بعض صراط ایسی بھی ہوتی ہیں جو سیدھی نہیں ہوتیں اس لیے خاص صراط کے ساتھ مستقیم کا لفظ بیان کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ الصافات میں ﴿مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ فَاھۡدُوۡھُمۡ اِلٰی صِرَاطِ الۡجَحِیۡمِ ۝۲۳ وَقِفُوۡھُمۡ اِنَّھُمۡ مَّسۡـُٔوۡلُوۡنَ﴾(الصافات:23-24)، جو جہنم کا راستہ ہے یعنی جو اہل کفر ہیں اُن کے تعلق سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (کہ اُن کی رہنمائی کرو جحیم کے راستے کی طرف اور اِن کو روکو اِن سے سوال کیا جائے گا)۔ تو یہ صراط جو ہے جو جحیم کی طرف جاتا ہے یہ جحیم کا جو صراط اور راستہ ہے یہ غیر مستقیم ہے یہ سیدھا کبھی نہیں ہو سکتا۔

پھر اس صراط کے تعلق سے شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا یہ فرمان "صراطُ الذين أنعم الله عليهم"، یہ صراط ضمہ کے ساتھ ہے۔ میں سورۃ الفاتحۃ کی آیت میں سے نہیں پڑھ رہا کیونکہ اس جملے سے ہم پڑھ رہے ہیں "صراطُ الذين أنعم الله عليهم" صراط جو ہے یہ خبر اِنَّ ہے خبر اِنَّ مرفوع ہوتا ہے، اور دوسرا صراط جو ہے یہ بدل ہے پہلے صراط کا تو یہ بھی مرفوع ہے "صراطُ الذين أنعم الله عليهم" کیونکہ بعض لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ قرآن مجید کی آیت کو غلط پڑھا جا رہا ہے۔

شیخ الاسلام (رحمہ اللہ) کے ہم یہاں سے اس جملے کو پڑھ رہے ہیں "صراطُ الذين أنعم الله عليهم": شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہی وہ راستہ ہے جس کی نسبت اِن کی طرف کی گئی ہے جو اِس راستے پر چلنے والے ہیں اور بعض اوقات اللہ تعالیٰ اِس راستے کو اپنی طرف بھی منسوب کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَاِنَّکَ لَتَھۡدِیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۝۵۲ صِرَاطِ اللّٰہِ الَّذِیۡ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ﴾إلى آخر الآية(الشوریٰ:52-53)، تو یہاں پر ﴿صِرَاطِ اللّٰہِ﴾، ((اور سورۃ الفاتحہ میں ﴿صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ﴾ (الفاتحہ:6)، اور یہاں پر ﴿صِرَاطِ اللّٰہِ﴾))۔

تو یہ نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اس لیے ہے اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی اسے مشروع کیا ہے اور بندوں کے لیے اسے بیان فرمایا ہے اور یہ وہ راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچادیتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کی طرف جو نسبت ہے (یعنی اس صراط کی جو نسبت ہے) دو اعتبار ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جب نسبت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا ہے اور پہنچاتا بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے، جو الگ جو اس کے علاوہ باقی راستے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں نہ تو اللہ تعالیٰ نے اِن کی اجازت دی ہے اور نہ اپنے بندوں کے لیے رکھے ہیں اور نہ ہی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچاتے ہیں کبھی۔

توان دو اعتبارات سے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہے اور جو مومنوں کی طرف ہے اُس کی ایک ہی نسبت ہے کہ وہی اِن پر چلنے والے ہیں۔

"الذین أنعم اللہ علیھم": نعمت سے مراد ہر فضل اور احسان جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں پر ہوتا ہے اسے نعمت کہا جاتا ہے اور ہمارے اوپر جو بھی اللہ تعالیٰ کا فضل اور خیر موجود ہے جو نعمتیں ہیں اور جو احسان ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں سارے کے سارے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی دو قسمیں ہیں ایک عام ہے اور ایک خاص ہے، اور خاص کی بھی دو قسمیں ہیں خاص اور خاصم خاص جو ہیں۔

عام جو نعمت ہے یہ تمام مخلوقات کے لیے ہے یہاں تک کہ کافر کے لیے بھی ہے، یعنی اگر (شیخ صاحب فرماتے ہیں) کوئی ہم سے یہ سوال کرے کیا کسی کافر پر بھی اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت ہے؟ تو ہم جواب میں یہ کہیں گے جی ہاں، بے شک کافروں پر بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور یہ عام نعمت ہے جس سے اُن کے جسم اور یہ دنیا بن جائے، اِس دنیا میں رہنے کے لیے جو ضروریات ہیں اللہ تعالیٰ وہ فراہم کر دیتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک انعام ہے کافروں پر صرف جسم اور دنیا کی حد تک، دین سے کیونکہ اُن کا کوئی تعلق نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین کو مانتے نہیں ہیں تو اُس سے وہ محروم ہیں لیکن جیسے کھانا پینا ہے اور کپڑے ہیں جسم کو ڈھانپنے کے لیے، گھر ہے سَر چھپانے کے لیے رہنے کے لیے اور اس طریقے سے جو بھی دنیاوی معاملات اور اُمور ہیں یہ تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں ہر کافر پر۔

اور جو خاص نعمت ہے یہ وہ نعمت ہے جس سے انسان کا جو دین ہے وہ سنور جاتا ہے جیسا کہ ایمان ہے علم ہے عمل صالح ہے یہ مومنوں کے لیے خاص ہے اور انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین کے لیے عام ہے۔

اور خاصم خاص نعمت جو ہے اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور رسولوں (علیہم الصلاۃ والسلام) پر ہے یہ سب سے بڑا احسان اور انعام ہے اللہ تعالیٰ کا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۭ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا﴾(النساء:113)۔

﴿وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (اور اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے آپ پر (یعنی اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ﴿الْكِتٰبَ﴾ قرآن مجید، ﴿وَالْحِكْمَةَ﴾ حکمت سے مراد یہاں پر علماء کہتے ہیں کہ دوسری وحی ہے، ایک تو کتاب قرآن مجید پہلی وحی اور ﴿الْحِكْمَةَ﴾ جو ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث جو سنت ہے وہ ہے) ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾(اور آپ کو اس چیز کا علم دیا جو آپ نہیں جانتے تھے) ﴿وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا﴾(اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بہت ہی عظیم فضل ہے)۔

تو یہ خاص نعمت ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) یہ وہ خاص نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ کی اپنے انبیاء پر ہوتی ہے اور اُن کے علاوہ کسی اور پر نہیں ہوتی۔

عام نعمت، پھر خاص نعمت، پھر خاصم خاص نعمت:

1-عام نعمت جانوروں کے لیے بھی ہے، کافروں کے لیے بھی ہے سب کے لیے ہے جس سے دنیا آسان ہو جائے۔

2-خاص نعمت مومنوں کے لیے ہے جس سے دین آسان ہو جائے (دین کی نعمت)۔

اور مومن (الحمدللہ) دونوں نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے کہ دنیا کی نعمت بھی ہے صحت ہے عافیت ہے کھانا ہے پینا ہے، یہ سب میسر ہیں الحمدللہ، اور اِس سے بڑھ کر دین کی نعمت یہ بڑا انعام ہے اللہ تعالیٰ کا۔

3-اور جو اِس سے بھی خاص نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہوتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کا خاص چناؤ ہوتا ہے مصطفین الاخیار کے لیے اور وحی جو ہے وہ سب سے بڑی نعمت ہے اور بڑا انعام ہے اللہ تعالیٰ کا اپنے خاص بندوں پر۔

اور شیخ الاسلام (رحمہ اللہ) کا یہ کہنا "صراط الذين أنعم الله عليهم: هي كقوله تعالى" ﴿اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾(الفاتحہ:5-6)۔

((یعنی یہ جملہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے سورۃ الفاتحہ سے لیا ہے اور اس کی دلیل سورۃ الفاتحہ کی آیت نمبر 5 اور 6، ہے۔))

تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے ''فمن هم الذين أنعم الله عليهم؟'' یہ کون ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا ہے؟۔اس کی تفسیر جو ہے مزید وضاحت جو ہے اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں کی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾ (النساء:69)۔ تو ان کی چار (4) قسمیں ہیں:

1-سب سے پہلے ''النبيون (عليهم الصلاة والسلام)'' اللہ تعالیٰ کے انبیاء (علیہم الصلاۃ والسلام) اور یہ ہر وہ شخص ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہوتی ہے وہ اس آیت میں شامل ہے اس میں رسول بھی شامل ہیں کیونکہ ہر رسول نبی ہے ہر نبی رسول نہیں ہے اور اس کی بناء پر اس میں تمام انبیاء شامل ہیں اور رسول بھی شامل ہیں اولوالعزم اور ان کے علاوہ تمام جو انبیاء ہیں وہ سب شامل ہیں۔

2-اور دوسرا جو ہے ''الصديقون'' جمع صدیق ہے فعیل کے وزن پر صیغ المبالغہ ہے۔اور صدیق کون ہے؟ اس کی سب سے اچھی تفسیر جو ہے صدیق کے لفظ کی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں موجود ہے ﴿وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ﴾ إلى آخر الآية (الزمر:33)۔اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ﴾ إلى آخر الآية (الحدید:19)، جس نے بھی ایمان کی تحقیق کی ہے تو وہ صدیق ہے اور ایمان کی تحقیق جو ہے بغیر تصدیق کے ممکن نہیں ہے، اور صدق عقیدے کے معاملے میں اخلاص کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

جو صدق اور سچائی ہے اس کی مختلف اب صورتیں ہیں کیونکہ صدق جو ہے عقیدے میں بھی ہوتا ہے قول میں بھی ہوتا ہے فعل میں بھی ہوتا ہے:

ا-جو صدق اور سچائی عقیدے میں ہے اس کی اساس اس کی بنیاد اخلاص ہے وہ اخلاص کی بنیاد پر ہوتا ہے اور یہ سب سے مشکل ہے کسی شخص کے لیے یہاں تک کہ بعض سلف نے یہ کہا ہے کہ سب سے زیادہ مجاہدہ میں نے اخلاص کے لیے کیا ہے۔

((تو مقصد سچا ہونا چاہیے اور اخلاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہونا چاہیے اور یہ عقیدے کی اساس میں سے ہے اور عقیدے کے لیے جو سچ ہے جو صدق ہے وہ اخلاص کی اساس پر قائم ہے))۔

۲-اور جو قول میں صدق اور سچائی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ نہیں کوئی شخص بات کرتا مگر وہ جو واقع کے مطابق ہو چاہے اپنے تعلق سے ہو یا کسی اور کے تعلق سے ہو ہمیشہ انصاف سے کام کرتا رہتا ہے اپنے لیے اور دوسروں کے لیے بھی چاہے اس کا باپ ہو یا ماں ہو یا بھائی ہو یا بہن ہو، کوئی بھی ہو سچ سے کام لیتا ہے۔

((اور سچ سے مراد وہ بات کرنا جو واقع کے مطابق ہو اس کی مخالفت میں جھوٹ ہے اور واقع کے جو مطابق ہے اسے سچ کہتے ہیں))۔

۳- پھر عمل میں سچ جو ہے کہ اس کے افعال جو ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کے مطابق ہوں جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے ہیں اُس کے مطابق ہوں،اور فعل کی سچائی کے لیے یہ بھی لازمی ہے کہ اخلاص کی بنیاد پر قائم ہو اگر اخلاص کی بنیاد پر قائم نہ ہو تو یہ سچ عمل میں جو سچائی ہے اُس میں خلل پڑ جاتا ہے اور سچائی باقی نہیں رہتی کیونکہ اس کا فعل اس کے قول کے مخالف ہو جاتا ہے۔

تو صدیق سے مراد یہ وہ ہے جو عقیدے میں سچا ہے جس کا عقیدہ اخلاص اور اس کا ارادہ جو ہے اخلاص پر قائم ہے، اپنے قول میں بھی سچا ہے اور اپنے فعل میں بھی سچا ہے اسے صدیق کہتے ہیں۔

((پتہ چل گیا نا کہ عقیدے میں سچا ہے کیا مطلب ہے قول میں کیا مطلب ہے فعل میں کیا مطلب ہے، الحمد للہ))۔

اور سب سے افضل صدیقین میں سے علی الاطلاق سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں اس لیے صدیق کا لقب دیا گیا ہے ((سبحان اللہ) آپ کو جب بھی کوئی کہے نا مطلقاً صدیق کون ہے ؟ تو فوراً سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام آتا ہے یہ خاص انعام اور اعزاز ہے اور شرف ہے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے)) کیونکہ سب سے افضل امت جو ہے تمام انبیاء (علیہم الصلاۃ والسلام) کی امتوں میں سے یہ امت ہے جو اللہ تعالیٰ کے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے۔اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل جو ہیں امت میں سے کون ہیں ؟ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

اور صدیقیت کا مرتبہ جو ہے مرد اور عورت دونوں کے لیے ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی ماں کے تعلق سے (سیدہ مریم علیہا الصلاۃ والسلام کے تعلق سے) فرمایا ہے ﴿وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ﴾ (المائدۃ:75)، اور یہ بھی کہا جاتا ہے "الصديقة بنت الصديق"۔ کون ہیں؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے "الصديقة بنت الصديق"۔ اور اللہ تعالیٰ کے خاص انعام ہیں جن پر بھی اللہ تعالیٰ نازل فرمائے اور جس کو بھی اس انعام سے نوازے اپنے بندوں میں۔

3- پھر فرمایا "الشُّهداء"، یہ کہا گیا کہ شہداء وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں میدان جہاد میں قتل کیے گئے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ﴾ (آل عمران:140)، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ علماء ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ﴾ إلى آخر الآية (آل عمران:18)، تو اہل علم جو ہیں اُن کو بھی گواہ (شاہدین) میں شمار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے گواہی دی ہے اور علماء گواہی دیتے ہیں جو کچھ اللہ تعالیٰ کے رسولوں نے پیغام پہنچایا ہے اور امت پر اُس پیغام کو آگے لے کر جانے کا جو ہے وہ کام باقی رہ جاتا ہے دعوت و تبلیغ کا۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ آیت عام ہے اُن لوگوں کے لیے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیے گئے اور شہید کیے گئے اور علماء کے لیے بھی کیونکہ لفظ دونوں کے لیے صحیح ہے اور اس میں کوئی کونٹراڈکشن (Contradiction) یا منافات نہیں ہے۔ تو ان دونوں کے لیے یہ لفظ ممکن ہے کہ اُن لوگوں کے لیے بھی (یعنی شہداء کا لفظ جو ہے) جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہوئے ہیں جہاد کرتے ہوئے، اور علماء کے لیے بھی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دی ہے اور امت پر یہ گواہی دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس دین کی انہوں نے تبلیغ کی ہے۔

4- پھر "الصالحون" جو ہے اِن میں تمام جو پہلے تین گزر چکے ہیں وہ شامل ہیں اور ان کے بعد جو آنے والے ہیں انبیاء صالحین ہیں، صدیقین بھی صالحین ہیں، شہداء بھی صالحین ہیں، تو اِن کا جو عطف ہے "من باب عطف العام على الخاص" ایک تو یہ بات ہے، دوسری بات یہ ہے کہ الصالحون یہ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کا حق ادا کرنے والے ہیں لیکن اُس مرتبے سے نہیں جو پہلے گزر چکا ہے جو نبوت اور صدیقیت اور شہادت کا جو

مرتبہ ہےاِس سے بعد کا مرتبہ ہے اِن تمام یعنی تینوں کے جو مراتب ہیں اِن کے بعد کا مرتبہ آتا ہے چوتھے نمبر پر صالحین کا۔

یہ وہ راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے رسول (علیہم الصلاۃ والسلام) لے کر آئے ہیں اور یہ راستہ اِن چار قسم کے لوگوں کا ہے جن کا ذکر کیا گیا اور یہ صرف اور صرف اہل سنت والجماعت ہی اس راستے پر چلنے والے ہیں جو اللہ کے رسولوں کا راستہ ہے (علیہم الصلاۃ والسلام) اس تفصیل سے وہ یعنی بیان کر چکے ہیں، اُن کے علاوہ (یعنی اہل سنت والجماعت کے علاوہ) کوئی بھی اس راستے پر چلنے والا نہیں ہے۔

اور ممکن بھی نہیں ہے صرف یعنی دعویدار ہیں، دعویٰ تو جتنی بھی آپ دیکھیں بدعتی جماعتیں ہیں سب یہی دعویٰ کرتی ہیں لیکن جو سچ ہے اور جو حقیقت ہے وہ یہ ہے کہ صرف اہل سنت والجماعت ہی اس راستے پر چلنے والے ہیں اور اُن کے علاوہ جتنی بھی دیگر جماعتیں ہیں یا دیگر گروہ ہیں سارے کے سارے جو ہیں وہ صرف دعویٰ کرنے والے ہیں اور حقیقت میں وہ اس راستے سے دور ہیں اور منحرف ہیں (اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے)۔ ((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضیٰ بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (21.العقیدۃ الواسطیۃ) سے لیا گیا ہے۔
سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست نہیں کیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔